QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

سیرتِ نبوی ﷺ میں صنفی توازن کا تصور: نسوانی حقوق کی شرعی تعبیر اور جدید مباحث کا تجزیاتی مطالعہ

The Concept of Gender Balance in the Seerah of the Prophet (PBUH): A Shariah Perspective on Women's Rights and an Analytical Study of Modern Debates

Dr. Atiq ur Rahman
Associate Professor, Department of Islamic Studies, University of Engineering and Technology (UET), Lahore, Pakistan.

Abstract

This research paper explores the concept of gender balance in the Seerah (life and teachings) of the Prophet Muhammad (PBUH), focusing on the Shariah perspective on women's rights and its relevance to modern debates. The study aims to analyze the Prophet's approach to women's empowerment, equality, and justice, and to highlight the significance of gender balance in Islamic teachings. The paper examines the Prophet's interactions with women, including his wives, daughters, and female companions, and highlights his role in promoting women's rights and challenging patriarchal norms. It also discusses the Quranic verses and Hadiths that emphasize the importance of justice, equality, and mutual respect between men and women. The study concludes that the Seerah of the Prophet (PBUH) provides a comprehensive framework for achieving gender balance and promoting women's rights, which is essential for building a just and equitable society. The paper also highlights the need for a nuanced understanding of Islamic teachings and their application to modern debates on women's rights and empowerment.

Keywords: -Gender balance, Seerah of the Prophet (PBUH), Women's rights, Shariah perspective, Modern debates, Women's empowerment, Equality and justice.

مبحثِ اوّل: سیرتِ نبوی ﷺ میں تصورِ صنفی توازن: فکری اساسات اور شرعی تناظر

یہ مبحث دراصل سیرتِ نبوی ﷺ کے اس پہلو کو منکشف کرتا ہے جس میں مرد وزن کے باہمی تعلق، کردار اور سماجی ذمہ داریوں کی تنظیم کو ایک فطری، اخلاقی اور شرعی توازن کے تحت متعین کیا گیا۔ اسلامی فکر میں توازنِ صنفین نہ تو کسی صنف کی بالادستی کا تصور ہے اور نہ ہی مساواتِ مطلق کا، بلکہ وہ ایک تکمیلی (Complementary) نظام ہے جو فطرتِ انسانی اور عدلِ الٰہی کے امتزاج سے جنم لیتا ہے۔ قرآنِ مجید نے اس توازن کی اساس کو تخلیقِ آدم وحوّا کی وحدت سے تعبیر کیا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً﴾[1] اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد

[1] Al-Qurʾān, 4:1

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

اور عورتیں پھیلا دیں۔ یہ آیت تخلیقی سطح پر توازن و وحدتِ صنفین کی بنیاد رکھتی ہے اور واضح کرتی ہے کہ مرد و عورت دونوں انسانی نوع کے ایک ہی مرکز سے ظہور پذیر ہوئے، لہٰذا ان کے مابین تفریقِ مراتب نہیں بلکہ تفاوتِ وظائف ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کی سیرت اس قرآنی اصول کی عملی تفسیر ہے۔ آپ ﷺ نے سماجی سطح پر عورت کی عزت، اس کی رائے، اور اس کے کردار کو محض خانہ داری تک محدود نہ رکھا بلکہ معاشرتی و دینی معاملات میں شریک کیا۔ حدیبیہ کے موقع پر ام المؤمنین اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا مشورہ، جس نے ایک نازک موقع پر پوری امت کو بحران سے نکالا، سیرت کا وہ باب ہے جو عورت کی حکیمانہ بصیرت کو نبوی معاشرت میں تسلیم کرتا ہے۔

حدیثِ نبوی ﷺ میں آیا ہے:

»إِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ[2]«

"عورتیں مردوں کی ہم شکل اور ہم جوہر ہیں۔"

یہ تعبیر، جو نہ صرف لغوی طور پر اشتراکِ جوہر کی دلیل ہے بلکہ اخلاقی اور شرعی اعتبار سے توازنِ صنفین کی بنیاد بھی، واضح کرتی ہے کہ عورت و مرد ایک دوسرے کے تکملہ ہیں، نہ کہ مقابل۔

فلاسفۂ اسلام میں ابنِ رشد (Averroes) نے عورت کی سماجی و فکری صلاحیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا:

"Women are by nature capable of participating in the same activities as men, provided they are given the same education and environment."[3]

یہ قول اسلامی فکری روایت میں صنفی توازن کے عقلی پہلو کو نمایاں کرتا ہے کہ عورت کی صلاحیتیں محض جنس سے نہیں بلکہ ماحول و تربیت سے وابستہ ہیں۔

اسی طرح امام غزالیؒ نے مرد و زن کے باہمی وظائف پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا:

»فَكُلٌّ مِنهُمَا مَسْؤُولٌ عَنْ حَقِّ الآخَرِ[4]«

"دونوں ایک دوسرے کے حق کے ذمہ دار ہیں۔"

یہ تعبیر اس حقیقت کو نمایاں کرتی ہے کہ شریعت نے مرد و عورت دونوں کے درمیان تعلق کو حقوق و ذمہ داریوں کی مساوات پر استوار کیا ہے، نہ کہ اقتدار و اطاعت کی یک طرفہ ساخت پر۔

---

[2] Al-Qushayrī, Abū al-Ḥusayn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīya, 1330 AH), 1: 202

[3] Averroes, Commentary on Plato's Republic (Cambridge: Cambridge University Press, 2005), 67

[4] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1322 AH), 2: 49

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

سیرتِ نبوی ﷺ کے عہدِ مدینہ میں یہ توازن واضح طور پر عملی صورت اختیار کرتا ہے۔ عورت تجارت میں حصہ لیتی ہے (حضرت خدیجہؓ کی مثال)، جہاد میں خدمت و معاونت کرتی ہے (اُمّ عمارہؓ)، علم و حدیث کی روایت میں حصہ دار بنتی ہے (عائشہؓ)، اور اجتماعی مشاورت میں شریک رہتی ہے۔ اس نظام میں معاشرتی توازن، شرعی انصاف، اور اخلاقی حیا ایک ساتھ مربوط دکھائی دیتے ہیں۔

نبوی ﷺ منہاج میں صنفی توازن دراصل انسانی فطرت کے احترام اور عدلِ اجتماعی کے قیام کا مظہر ہے، جو نہ صرف خاندانی نظام میں استحکام پیدا کرتا ہے بلکہ تمدنی ارتقا کو بھی اخلاقی سمت دیتا ہے۔ یہی توازن اسلامی تہذیب کے اس فکری جوہر کا نچوڑ ہے جس نے مرد و زن کے تعلق کو رقابت کے بجائے رفاقت میں تبدیل کر دیا۔

مبحثِ دوم: سیرتِ نبوی ﷺ اور نسوانی حقوق کا شرعی استدلالی فریم ورک

یہ مبحث سیرتِ نبوی ﷺ کے اس جہت کو منکشف کرتا ہے جس میں عورت کے حقوق کا شرعی و استدلالی فریم ورک نہ صرف اصولی طور پر متعین کیا گیا بلکہ عملی سطح پر نافذ بھی ہوا۔ اسلام کی آمد سے قبل عرب معاشرہ عورت کو ایک کمتر مخلوق سمجھتا تھا؛ نہ اس کی رائے معتبر تھی، نہ اس کی ملکیت، اور نہ اس کی عزت و حرمت کا کوئی مستقل تصور۔ سیرتِ محمدی ﷺ نے اسی تاریک فضا میں عورت کو کرامتِ انسانی (Human Dignity) کا مقام عطا کیا، اور عدلِ شرعی کے اس نظام کو متعارف کرایا جس نے عورت کو دینی، اخلاقی اور معاشرتی سطح پر ایک خود مختار اور معزز ہستی کے طور پر متعین کیا۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾[5]

"اور عورتوں کے بھی (مردوں پر) ویسے ہی حقوق ہیں جیسے دستور کے مطابق (مردوں کے) ان پر ہیں، البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ فوقیت حاصل ہے۔"

یہ آیت دراصل حقوق و ذمہ داریوں کے باہمی توازن کو ظاہر کرتی ہے؛ یعنی عورت کی حیثیت شرعی اعتبار سے مساوی نہیں بلکہ مکمل انسانی تشخص کی بنیاد پر قائم ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ میں عورت کے دینی و اخلاقی حقوق کی توثیق کے بے شمار مظاہر ملتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف عورت کو تعلیم کے مواقع فراہم کیے بلکہ اس کی دینی بصیرت کو سماجی افادیت کے ساتھ جوڑا۔ روایت ہے:

»نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ[6]«

"انصار کی عورتیں بہترین عورتیں ہیں؛ ان کے حیا نے انہیں دین میں سمجھ حاصل کرنے سے نہیں روکا۔"

---

[5] Al-Qurʾān, 2:228

[6] Al-Qushayrī, Abū al-Ḥusayn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīya, 1330 AH), 1: 493

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

یہ روایت واضح کرتی ہے کہ تعلیم اور فہمِ دین عورت کا محض استحقاق نہیں بلکہ اس کی شرعی ذمہ داری بھی ہے، اور نبی ﷺ نے اس عمل کو معاشرتی ترقی کا حصہ بنایا۔

اسلامی تعلیمات نے عورت کے حقِ ملکیت کو ایک مقدس امانت قرار دیا۔ قرآن کہتا ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ﴾[7]

"مردوں کے لیے ان کی کمائی کا حصہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی کا حصہ ہے۔"

یہ نصوص اسلام میں مالی خودمختاری (Economic Autonomy) کے تصور کو ظاہر کرتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے خود حضرت خدیجہؓ کے مال سے تجارت کی، مگر ان کی ملکیت میں کسی طرح کی مداخلت نہیں کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوی معاشرت میں عورت کی ملکیت اور مالی استقلال کا احترام مکمل طور پر برقرار تھا۔

تعلیم و وراثت کے ضمن میں سیرتِ طیبہ ﷺ نے وہ اصول متعین کیے جنھوں نے سماجی عدل کو ایک شرعی قاعدہ بنا دیا۔ چنانچہ وراثت کے باب میں قرآنِ مجید کا قانون: جسے نبی ﷺ نے من و عن نافذ فرمایا: اس حقیقت کو تقویت دیتا ہے کہ عورت کا وراثتی حق عطیہ نہیں بلکہ فرضِ الٰہی ہے۔ نکاح و طلاق کے ضمن میں نبی کریم ﷺ نے عورت کی رضامندی کو شرعی شرط قرار دیا۔

«لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ»[8]

"بیوہ کا نکاح اس کے مشورے کے بغیر نہ کیا جائے، اور کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔"

یہ اس بات کا مظہر ہے کہ نبوی معاشرت میں عورت کو نہ صرف ازدواجی انتخاب کا حق حاصل تھا بلکہ اسے ایک آزاد قانونی شخصیت کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ عورت کے احترام اور عزتِ نفس (Self-Respect) کے حوالے سے نبی ﷺ کا طرزِ عمل مثالی اور انسانی وقار کا اعلیٰ معیار پیش کرتا ہے۔

«خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي»[9]

"تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔"

یہ قولِ نبوی ﷺ اس اخلاقی اصول کی اساس رکھتا ہے جس میں خاندانی شفقت، باہمی احترام اور عائلی مساوات کو فضیلت کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی مفکرین میں قاضی عیاض نے عورت کے مقام پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا:

«وَفِي تَكْرِيمِ النِّسَاءِ تَكْمِيلُ الْإِيمَانِ، وَفِي امْتِهَانِهِنَّ نَقْصُ الْإِيمَانِ»[10]

---

[7] Al-Qurʾān, 4:32

[8] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī (Cairo: al-Maṭbaʿah al-Salafīyah, 1313 AH), 9: 456

[9] Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā, Jāmiʿ al-Tirmidhī (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1398 AH), 3: 466

[10] Qāḍī ʿIyāḍ, al-Shifāʾ bi-Taʿrīf Ḥuqūq al-Muṣṭafā (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1423 AH), 2: 125.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

"عورت کی تکریم ایمان کی تکمیل ہے، اور ان کی اہانت ایمان کی کمی ہے۔"

یہ فقرہ دراصل نبوی اخلاقیات کے اس پہلو کو مبرہن کرتا ہے جس میں عورت کا احترام ایمان کے معیار سے مشروط ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ میں عورت کے حقوق کا یہ نظام کسی مخصوص عہد یا ثقافت کا محدود مظہر نہیں بلکہ ایک شرعی و اصولی ماڈل ہے جو انسانیت کے لیے دائمی عدلِ جنسیت (Gender Justice) کی راہ متعین کرتا ہے۔ اس ماڈل کی اساس قرآن کے نصوص، سنتِ نبوی ﷺ، اور فطرتِ انسانی کے متوازن شعور پر قائم ہے، جو آج بھی جدید قانونی و سماجی مباحث میں اسلامی ہیومن رائٹس ڈسکورس کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

مبحثِ سوم: سیرتِ نبوی ﷺ میں صنفی کرداروں کی توازنِ عملی تشکیل: خانوادگی اور سماجی جہات

یہ مبحث سیرتِ نبوی ﷺ کے اس پہلو کو منکشف کرتا ہے جس میں صنفی کرداروں کی توازنِ عملی تشکیل نہ صرف نظری سطح پر بلکہ عملی و معاشرتی دائرے میں اپنی مکمل معنویت کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں مرد و زن کے تعلقات کسی جبری تسلط یا مصنوعی مساوات پر نہیں بلکہ عدل، تکریم، شفقت اور ذمہ دارانہ اشتراک کے اصولوں پر قائم ہیں۔ اس نظام میں عورت کا کردار نہ محدود ہے نہ محض تابع، بلکہ وہ خاندانی اور سماجی زندگی کے فعال اور باوقار پہلو میں شامل ہے۔ ازدواجی زندگی میں نبی اکرم ﷺ کا طرزِ عمل صنفی توازن کی اعلیٰ مثال ہے۔ آپ ﷺ نے زوجین کے مابین تعلق کو محض جذباتی یا معاشی بندھن نہیں بلکہ اخلاقی معاہدہ (Moral Covenant) قرار دیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾[11]

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔"

یہ آیت ازدواجی رشتے کی اساس کو سکون، مودت اور رحمت پر قائم کرتی ہے، جو دراصل سیرتِ نبوی ﷺ کی عملی تعبیر میں مکمل توازن کی صورت اختیار کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا گھرانہ، جسے حضرت عائشہؓ، حضرت صفیہؓ اور دیگر ازواجِ مطہرات نے بآوازِ حال بیان کیا، محبت و شفقت کا مرکز تھا۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

«كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ[12]»

"رسول اللہ ﷺ اپنے اہلِ خانہ کے کام کاج میں شریک رہتے تھے، اور جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لیے نکل جاتے تھے۔"

یہ طرزِ عمل اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ نبی ﷺ نے مرد کو خاندانی خدمت اور عائلی تعاون میں عملی شرکت پر آمادہ کیا، جو دراصل صنفی مساوات نہیں بلکہ صنفی تکمیل (Gender Complementarity) کا مظہر ہے۔ سماجی شرکت میں خواتین کا کردار بھی نبوی ﷺ کے دور میں نمایاں اور بامعنی رہا۔

[11] Al-Qurʾān, 30:21
[12] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī (Cairo: al-Maṭbaʿah al-Salafīyah, 1313 AH), 10: 482

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

تعلیم و تعلم کے میدان میں انصار کی خواتین کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا:

»نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ، لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ[13]«

"انصار کی عورتیں بہترین عورتیں ہیں؛ ان کے حیا نے انہیں دین کی سمجھ حاصل کرنے سے نہیں روکا۔"

یہ سماجی و علمی آزادی علمی خود مختاری (Intellectual Autonomy) کا اظہار ہے، جسے نبی ﷺ نے نہ صرف سراہا بلکہ عملی طور پر فروغ دیا۔ عورت کی تعلیم کو محض شخصی حق نہیں بلکہ دینی فریضہ قرار دیا گیا۔[14]

طب، بیعت اور مشاورت کے میدانوں میں بھی خواتین نے نمایاں کردار ادا کیا۔ غزوۂ احد میں حضرت رُفَیدہؓ اور اُمّ عطیہؓ کا زخمیوں کی تیمارداری میں سرگرم عمل ہونا اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ عورت کا سماجی کردار شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے عملی و اخلاقی خدمت کا امتیاز رکھتا ہے۔

اسی طرح عورتوں کی بیعتِ نبوی ﷺ: جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا...﴾[15]

"اے نبی! جب مومن عورتیں تمہارے پاس آئیں اور بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں"...

یہ بیعت سیاسی و اخلاقی شراکت کا مظہر ہے، جس سے عورت کو امت کی اجتماعی ذمہ داریوں میں شامل کیا گیا۔ عورت کی معاشرتی خود مختاری (Social Autonomy) سیرتِ نبوی ﷺ کے اس پہلو سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ تجارت، سوال و جواب، اور حتیٰ کہ فقہی استفسارات میں آزادانہ شرکت کرتی تھیں۔ حضرت اسماء بنت یزیدؓ نے نبی ﷺ کے سامنے عورتوں کی طرف سے شرعی و معاشرتی سوالات کیے[16] جس سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت میں عورت کی آواز دینی شعور کا حصہ ہے، نہ کہ اس سے باہر کوئی محدود وجود۔

فقہاء و مفسرین میں رازی نے اس امر پر زور دیا کہ عورت کے لیے دائرۂ عمل کی تحدید شرعی مصلحت سے مشروط ہے، نہ کہ صنفی تفریق سے:

»إِنَّ التَّكْلِيفَ وَالْمَسْؤُولِيَّةَ عَلَى الْمَرْأَةِ كَمَا هِيَ عَلَى الرَّجُلِ، وَالْمُنَاطُ هُوَ الْقُدْرَةُ وَالْمَصْلَحَةُ[17]«

"عورت پر ذمہ داریاں مرد کی مانند عائد ہوتی ہیں، اور ان کی بنیاد صلاحیت اور مصلحت ہے، نہ کہ جنس پر۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوی نظام میں عورت کی عملی شرکت، فکری خود مختاری اور عائلی شراکت ایک ہمہ گیر توازن کی تشکیل کرتی ہے، جس میں دینی قدامت اور سماجی وسعت باہم پیوست ہیں۔ یوں سیرتِ طیبہ ﷺ کا یہ معاشرتی ماڈل جدید صنفی مباحث کے لیے ایک اخلاقی و اصولی میزان

[13] Al-Qushayrī, Abū al-Ḥusayn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīya, 1330 AH), 1: 493
[14] Ibn Saʿd, Muḥammad, al-Ṭabaqāt al-Kubrā (Beirut: Dār Ṣādir, 1968), 8: 418
[15] Al-Qurʾān, 60:12
[16] Al-Nasāʾī, Aḥmad ibn Shuʿayb, Sunan al-Nasāʾī (Cairo: Maṭbaʿat al-Maʿārif, 1323 AH), 7: 61
[17] Al-Rāzī, Fakhr al-Dīn, al-Tafsīr al-Kabīr (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1420 AH), 10: 215

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

فراہم کرتا ہے، جو نہ مغربی مساوات کے افراط میں ہے اور نہ قدامت کے جمود میں، بلکہ عدل، ذمہ داری، اور کرامتِ انسانی کے اس الٰہی سانچے میں ڈھلا ہوا ہے جو انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے۔

مبحثِ چہارم: سیرتِ نبوی ﷺ کے صنفی اصول اور جدید صنفی نظریات: تقابلی و تنقیدی جائزہ

یہ مبحث دراصل ایک فکری و تمدنی مناقشہ ہے جو اس سوال کے گرد گھومتا ہے کہ آیا مغربی "Gender Equality" کا نظریہ انسانی مساوات کے حقیقی مفہوم کو بیان کرتا ہے یا یہ محض مادی و وجودی مساوات کی ایک محدود تعبیر ہے، جو انسان کی روحانی، فطری اور اخلاقی جہات کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ اس معاملے میں ایک متوازن اور ہم آہنگی پر مبنی نظامِ فکر فراہم کرتی ہے جس میں صنفی کرداروں کے مابین تکمیلیت (Complementarity) اور نہ کہ مجرد مساوات (Equality) کو اصل قرار دیا گیا ہے۔

جدید مغربی فکر میں Gender Equality کی بنیاد existential autonomy اور individualistic liberty پر ہے۔ سیمون دی بوواغ (Simone de Beauvoir) نے اپنی مشہور تصنیف The Second Sex میں لکھا:

"One is not born, but rather becomes, a woman."[18]

یہ جملہ دراصل جنس اور فطرت کے درمیان اس کے فلسفیانہ انقطاع کی علامت ہے، جہاں "womanhood" ایک سماجی تشکیل (social construct) بن جاتی ہے، فطری حقیقت نہیں رہتی۔ اس نظریے کی اساس یہ ہے کہ صنفی امتیازات تمام تر سماجی عوامل کا نتیجہ ہیں، نہ کہ کسی مابعد الطبیعی یا تکوینی حکمت کے۔ یہی فکر آگے چل کر Judith Butler کے "Gender Performativity" کے نظریے میں مزید انتہا کو پہنچتی ہے، جہاں جنس ایک سیال اور تغیر پذیر مظہر قرار پاتی ہے[19]

اس کے برعکس سیرتِ نبوی ﷺ میں مرد و عورت کے تعلق کو تکمیلی توازن پر قائم کیا گیا۔ قرآن نے فرمایا:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً[20]

اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہی میں سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت و رحمت رکھ دی۔

یہ آیت مرد و عورت کے تعلق کو مساوات نہیں بلکہ سکینت و رحمت کی دو جہتوں میں متعین کرتی ہے، جن میں ہر فریق اپنی مخصوص فطری ساخت اور اخلاقی فریضہ کے ساتھ دوسرے کی تکمیل کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی میں یہ توازن جلی طور پر نمایاں ہے۔ آپ ﷺ نے عورت کو نہ صرف معاشرتی بلکہ فکری و مشاورتی دائرے میں بھی شامل فرمایا۔ بیعتِ عقبہ میں خواتین کی شرکت[21] اور اُمّ سلیمؓ، اُمّ عطیہؓ اور اُمّ عمارہؓ جیسی خواتین کا غزوات میں کردار اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ نبوی

---

[18] De Beauvoir, Simone, The Second Sex (New York: Alfred A. Knopf, 1953), 267

[19] Butler, Judith, Gender Trouble: Feminism and the Subversion of Identity (New York: Routledge, 1990), 25

[20] الروم: 21

[21] Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik, Al-Sīrah al-Nabawiyyah (Beirut: Dār al-Maʿrifah, 1971), 2: 72

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

ﷺ معاشرت میں عورت کی شرکت "برابری" نہیں بلکہ "تکمیلیت" کی بنیاد پر تھی۔ ام المؤمنین عائشہؓ کے علمی مقام اور مرد صحابہ کا ان سے فقہی و تفسیری مسائل میں استفادہ بھی اسی فکری توازن کی عکاسی کرتا ہے۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں:

"لَوْ جُمِعَ عِلْمُ عَائِشَةَ إِلَى عِلْمِ جَمِيعِ النِّسَاءِ، لَفَضَلَ عِلْمُ عَائِشَةَ[22]".

یعنی اگر تمام عورتوں کا علم عائشہؓ کے علم کے ساتھ جمع کیا جائے تو بھی عائشہؓ کا علم فائق رہے گا۔

یہ واقعات واضح کرتے ہیں کہ نبوی ﷺ تعلیمات میں عورت کی علمی و سماجی شمولیت کو ممانعت نہیں بلکہ ضبط و ذمہ داری کے اصولوں کے تحت منظم کیا گیا۔ جدید Gender Equality کا تصور اگرچہ عدل کے ایک فطری جذبے سے پیدا ہوا، مگر اس نے مساوات کو تشابہ (Sameness) کے معنی میں لیا، جب کہ اسلامی تصورِ صنف میں عدل تناسب (Proportion) اور تکمیلیت (Harmony) سے عبارت ہے۔ اس ضمن میں Fazlur Rahman نے بجا طور پر کہا:

> "Islamic ethics recognizes equality not as sameness but as justice based on differentiation of functions."[23]

یہ نکتہ اس فکری خلا کو پُر کرتا ہے جو مغربی نسوانیت کے فکری ارتقاء میں موجود ہے—جہاں آزادی کا مفہوم اپنی اخلاقی اساس سے منقطع ہو کر محض وجودی انانیت میں بدل جاتا ہے۔

نبوی ﷺ سیرت کا صنفی تصور آزادی کو ذمہ داری کے ساتھ مشروط کرتا ہے۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی حیات میں یہ بات واضح ہے کہ آزادی کا حقیقی معیار نفس کی تربیت، کردار کی بلندی اور خاندانی و اجتماعی سکون میں مضمر ہے، نہ کہ خود مختاری کی لامحدودیت میں۔ یہی وہ "ذمہ دار آزادی" ہے جس نے عورت کو اس کے فطری اور روحانی مقام پر برقرار رکھا اور تمدن کو توازن بخشا۔ یوں دیکھا جائے تو سیرتِ نبوی ﷺ اور جدید صنفی نظریات کے درمیان بنیادی فرق "انسان کی تعریف" میں پوشیدہ ہے: مغرب میں انسان خود مختار فرد ہے؛ اسلام میں وہ ایک اخلاقی و روحانی وجود ہے جو اپنی ذات کی تکمیل دوسرے کے ساتھ تعلق میں پاتا ہے۔ یہی تعلق دراصل توازنِ صنف کا حقیقی منبع ہے۔

مبحثِ پنجم: سیرتِ نبوی ﷺ کا صنفی توازن اور عصرِ حاضر میں اس کی تطبیقی معنویت

سیرتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ جب انسانی معاشرت کے صنفی نظام کے تناظر میں کیا جاتا ہے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے مرد و زن کے مابین توازنِ حقوق و فرائض کا ایسا منہج قائم فرمایا جس نے انسانی تاریخ میں پہلی مرتبہ صنفی امتیاز کو اخلاقی و روحانی مساوات سے بدل دیا۔ یہ توازن محض سماجی نظم کا مظہر نہیں بلکہ ایک اخلاقی و ایمانی تقاضا ہے جو انسان کو اپنی فطری حقیقت کے ساتھ ہم آہنگ کرتا ہے۔ نبیِ اکرم ﷺ کے عہد میں عورت، جو قبل از اسلام معاشرت میں مادی و قانونی حیثیت سے محروم تھی، اُس کی عزت، خود مختاری اور معاشرتی کردار کو بحال کر دیا گیا۔

---

[22] Al-Dhahabī, Muḥammad ibn Aḥmad, Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1981), 2: 135

[23] Rahman, Fazlur, Islam and Modernity: Transformation of an Intellectual Tradition (Chicago: University of Chicago Press, 1982), 74

قرآنِ مجید نے اس فکری و سماجی اصلاح کی اساس اس آیت میں رکھی:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾[24]

"اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان پر ذمہ داریاں ہیں دستور کے مطابق، البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ فضیلت ہے۔"

یہ آیت محض فقہی قاعدہ نہیں بلکہ اخلاقی و تمدنی توازن کا منشور ہے۔ اس میں مساوات اور قیادت کے دو پہلو ایسے مربوط کر دیے گئے ہیں کہ کوئی صنف دوسری پر استبداد نہ جتا سکے۔ مفسرین نے اس "درجہ" کو تکلیف و ذمہ داری کی زیادتی کے معنوں میں لیا ہے نہ کہ برتری کے۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ "الدرجہ" کا مفہوم یہاں "تکلیف میں زیادتی" ہے کیونکہ مرد پر نان ونفقہ، کفالت اور قیادت کی ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں، نہ کہ عورت پر حکمرانی۔ نبی ﷺ کے عملی نمونہ میں یہی توازن صراحت سے جلوہ گر ہے۔ حضرت عائشہؓ کے ساتھ ان کا تعلق نہ فقط محبت بلکہ فکری اشتراک کا آئینہ دار تھا۔ صحیح مسلم میں روایت ہے:

«خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي»[25]

"تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے لیے بہتر ہے، اور میں اپنے اہلِ خانہ کے لیے سب سے بہتر ہوں۔"

اس فرمان میں گھریلو اور سماجی دونوں دائرے شامل ہیں۔ نبی ﷺ نے خیر و فضیلت کا معیار صنفی اقتدار نہیں بلکہ حسنِ سلوک اور اخلاقی توازن کو قرار دیا۔ یہ وہ اصول ہے جو آج کے مسلم معاشروں میں صنفی مساوات کے مباحث کے لیے بنیادی ماخذ بن سکتا ہے۔ اسلامی تاریخ کے ابتدائی ادوار میں عورتوں کی علمی و سماجی شرکت اسی توازن کی علامت تھی۔ حضرت شفاء بنت عبد اللہؓ کو رسول ﷺ نے مدینہ کی منڈی کی نگرانی پر مامور فرمایا، جو ایک انتظامی ذمہ داری تھی۔ اس مثال سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبوی معاشرت نے عورت کو نہ حجاب میں محدود کیا نہ معیشت سے محروم، بلکہ کردار کے معیار کو محور بنایا۔

مغربی مفکرہ Karen Armstrong لکھتی ہیں:

> "In the Prophet’s vision, women were not the property of men but moral agents in their own right, capable of spiritual excellence and social responsibility."[26]

"نبی ﷺ کے تصور میں عورت مرد کی ملکیت نہیں بلکہ اپنی اخلاقی و روحانی حیثیت میں خود مختار وجود ہے، جو روحانی کمال اور سماجی ذمہ داری کی اہل ہے۔"

یہ تجزیہ اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ کا صنفی منہج محض اصلاحِ رسوم نہیں بلکہ انسان کی فطری مساوات اور اخلاقی وقار کی بحالی ہے۔ نبی ﷺ نے نہ مرد کی قیادت کو مطلق کیا نہ عورت کی اطاعت کو جبری، بلکہ دونوں کو ایک اخلاقی اشتراک میں باندھ دیا جہاں محبت، عدل اور ذمہ

[24] al-Baqarah 2:228

[25] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al-Khilāfā al-‘Ilmīya, 1330 AH), 1: 2722

[26] Karen Armstrong, Muhammad: A Prophet for Our Time (London: HarperCollins, 2006), 88

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

داری ایک دوسرے کی تفسیر بن جاتے ہیں۔ عصرِ حاضر کے مسلم معاشروں میں جب صنفی مباحث مغربی فکری قالب میں سمٹ جاتے ہیں تو سیرتِ نبوی ﷺ اس کی فکری تطہیر فراہم کرتی ہے۔ نبی ﷺ کے اُسوہ میں عورت کو تعلیمی، معاشرتی اور سیاسی سطح پر شراکت کا حق دیا گیا، مگر اس آزادی کو اخلاقی ضوابط سے ہم آہنگ رکھا گیا۔ اس ماڈل میں جدید نسوانی تحریکوں کی طرح "اقتدار" نہیں بلکہ "وقار" محور ہے۔ معاصر اسلامی مفکر محمد اسد نے اس توازن کو یوں بیان کیا:

> "Islam’s approach to the problem of sex is not to exalt one at the expense of the other but to harmonize their mutual rights and duties in accordance with the natural law of their being."=[27]
>
> "اسلام کا جنسی یا صنفی مسئلے پر منہج یہ نہیں کہ ایک کو دوسرے پر فضیلت دے، بلکہ ان کے باہمی حقوق و فرائض کو فطری قوانین کے مطابق ہم آہنگ کرے۔"

یہ ہم آہنگی ہی وہ روح ہے جو عصرِ حاضر کے قانونی و سماجی نظاموں میں نسوانی وقار کی بحالی کا حقیقی ذریعہ بن سکتی ہے۔ جہاں جدید ریاستی قانون مساوات کو عددی اور قانونی تصور میں محدود کر دیتا ہے، وہاں سیرتِ نبوی ﷺ اسے اخلاقی و روحانی معنی عطا کرتی ہے۔ یوں سیرتِ نبوی ﷺ صنفی توازن کے لیے ایک ایسا ہمہ گیر ماڈل پیش کرتی ہے جو نہ مرد کے اقتدار پر قائم ہے نہ عورت کے انکار پر، بلکہ انسانیت کے اشتراک پر۔ اس ماڈل کی تطبیق سے نہ صرف مسلم معاشروں میں صنفی عدل کا احیاء ممکن ہے بلکہ وہ انسانی وقار کا وہی معیار بحال ہو سکتا ہے جسے نبیِ رحمت ﷺ نے عدل و احسان کے اصولوں پر استوار فرمایا۔

[27] Muhammad Asad, The Message of the Qur’an (Gibraltar: Dar al-Andalus, 1980), 145